احکام القرآن (تھانویؒ)--- منہج وخصوصیات

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی *

Maulana Ashraf Ali Thanvi, a renowned scholar of sub-continent, constituted a board of religious scholars from his disciples to write a book having all the Islamic injunctions about Ibadat, social issues, ethical and moral issues derived from Quran according to the Hanafi school of thought with proper reasoning and justification.

The book with the name of Ahkam-ul-Quran was written and published approximately in sixty three years by five scholars. No doubt the book is an encyclopedia of the Islamic injunctions derived from Quran in the light of Hanfi school of thought. My article reveals the historical background, comparative study of different volumes and their publications.

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم......اما بعد!

جب سے انسان معرضِ وجود میں آیا ہے، زندگی میں پیش آنے والے مسائل بھی ہمیشہ سے اُس کے ساتھ ہیں، اور ان مسائل کے حل کے لیے انسانی فکر اور توجہ اور اس کے لیے عملی اقدامات کے سامنے آنے سے بھی انکارنہیں کیا جا سکتا اور یہ بھی نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ ان مسائل کے حل کے لیے انسان اپنی فطری فہم وفراست اور عقل و ذہانت سے بھی کام لیتا ہے اور وحی الٰہی بھی اس کی رہنمائی کرتی ہے۔اس بات کا تعین یا تو خود مسئلہ کرتا ہے یا انسانی ذہن وفکر کی ترجیحات کہ مسئلہ کا حل عقل وفکر سے تلاش کرنا ہے یا وحی الٰہی سے رہنمائی لینی ہے کہ بعض اوقات مسئلہ کی نوعیت اس طرح کی ہوتی ہے کہ عقل انسانی اس کا کوئی حل ڈھونڈنے میں کامیابی حاصل نہیں کر پاتی اور بعض اوقات انسان یہ طے کر لیتا ہے کہ اُس کے لیے سب سے بڑا رہنما وحی الٰہی ہے وہ پہلے وحی الٰہی سے رجوع کرے گا اگر وحی الٰہی نے اس کو کوئی رہنمائی نہ کی تو وہ اجتہاد و قیاس سے کام لے گا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ پنجاب، لاہور

پھر یہ حقیقت بھی حیران کن ہے کہ جوں جوں انسانی عقل وفکر میں ترقی آئی اس کا وحی الٰہی پر اعتماد اور اس سے رجوع کی کیفیت بڑھتی ہوئی نظر آئی اور محض عقل وفکر پر اعتماد کچھ مخصوص شعبوں تک محدود ہو گیا۔

انسانی زندگی کے مسائل انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا قانونی، تمدنی ہوں یا ثقافتی، علمی ہوں یا فکری، معاشرتی ہوں یا اخلاقی ان مسائل کے حل کے لیے ترجیحات کی بنیاد اساس عہدِ نبوی علی صاحبہا تحیۃ وتسلیم میں خود آپ کی حدیث تقریری، سے بزبان معاذؓ بن جبل ثابت ہے۔

۱) کتاب اللہ

۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳) اجتہاد وقیاس(۱)

یوں کتاب اللہ انسانی زندگی کے مسائل کے حل کے لیے اولین، اساسی اور بنیاد مصدر قرار پائی۔ مسائل اور کتاب اللہ سے ان مسائل کے حل کے دو پہلو سامنے آتے ہیں:

کبھی کتاب اللہ کی آیت سے، اس کی صراحت یا اشارہ یا اقتضاء سے مسائل مستنبط کیے گئے اور کبھی مسئلہ پہلے سے موجود ہوتا اور کتاب اللہ یا سنت سے اس مسئلہ کا حل تلاش کیا گیا۔

قرآنِ کریم کی آیات سے فقہی احکام کا استنباط یوں تو ہمیشہ سے ہی فقہاء ومحدثین اور مفسرین کا موضوع بحث رہا لیکن حاجی خلیفہ کے مطابق قرآنی آیات سے مستنبط مسائل واحکام پر مشتمل کتب کی تالیف کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوا،

اس ضمن میں سب سے پہلی کتاب امام شافعیؒ نے مرتب کی لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ امام شافعیؒ سے منسوب جو احکام القرآن ہم تک پہنچی ہے وہ امام کے شاگرد بیہقی کی تالیف کردہ ہے، کیونکہ امام بیہقی نے اس میں امام شافعیؒ کے علوم کو جمع کیا ہے اس لیے یہ امام شافعی سے منسوب ہے۔ امام شافعیؒ کی اس تالیف کے بعد فقہاء اس جانب متوجہ ہوئے اور انہوں نے اس موضوع پر تالیفات شروع کیں۔

شیخ ابوالحسن علی بن حجر السعدی م۲۴۴ھ/ ۸۵۸ء، قاضی ابو اسحٰق اسماعیل بن اسحٰق الازدی بصری م۲۸۲ھ /۸۹۵ء(مالکی)، ابو الحسن علی بن موسیٰ بن یزداد القمی (حنفی)۳۰۵ھ/۹۱۷ء، شیخ ابومحمد القاسم بن اصبغ القرطبی النحوی م۳۴۰ھ/۹۵۱ء شیخ منذربن سعد البلوطی القرطبی م۳۵۵ھ/ ۹۶۶ء اور ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (حنفی)م ۳۷۱ھ/۹۸۱ء نے ''احکام القرآن'' کے نام سے کتب تالیف کیں لیکن ان کتب میں سے کوئی بھی کتاب زیورِطبع سے آراستہ نہیں ہوسکی۔ چوتھی صدی ہجری کے فقیہ ومفسر ابوبکر جصاص م۳۷۰ھ/ ۹۸۰ء کی کتاب احکام القرآن طبع ہوئی اور ہم تک پہنچی ہے۔(۲)

احکام القرآن پر تالیفات کا یہ سفر صدی بہ صدی ابوالحسن علی ابن محمد الکیاالہراسی (م:۴۰۵ھ) اور ابوبکر محمد ابن عبداللہ (م:۳۴۵ھ) جو ابن عربی کے نام سے معروف ہیں، سے ہوتا ہوا جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (م:۹۱۱ھ) تک پہنچتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ کا اسلوب جصاص اور ابن عربی سے مختلف ہے سیوطی ائمہ فقہاء کی آراء نقل کرتے ہیں نہ ان کے دلائل بلکہ آیت کے ظاہری الفاظ یا معانی سے جو بھی احکام یا حکم مستنبط ہو، اسے بیان کردیتے ہیں یوں سیوطیؒ کی یہ کتاب احکام القرآن پر ایک جامع اشاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

احکام القرآن پر لکھے جانے والے اس ذخیرۂ علم میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہدایت پر تالیف کی جانے والی احکام القرآن کی شکل میں ہوا۔ سطورِ آئندہ میں اس کتاب کا مفصل تعارف پیش کیا جائے گا۔

تاریخ وپسِ منظر

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہدایت پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر حدیثی دلائل جمع کر کے ایک عظیم خدمت سرانجام دی اور اس کتاب کا نام 'اعلاء السنن'' رکھا گیا۔(۳) مولانا کی خواہش تھی کہ مسلک حنفیہ پر قرآنی آیات سے جو استشہادات ہوتے ہیں، انہیں بھی جمع کیا جائے اور اس کتاب کا نام 'دلائل القرآن علی مذہب النعمان'' رکھا جائے۔ پھر خیال ہوا کہ محض دلائل احناف پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ قرآنِ کریم سے مستنبط احکام عبادات و

معاملات ،آداب اور اخلاق،تصوف و احسان کا بھی ذکر کیا جائے اور جدید مسائل کی روشنی میں قرآنی احکام پر ایک نئی کتاب مرتب کی جائے۔مولانا یہ کتاب بذاتِ خود تالیف کرنا چاہتے تھے لیکن کثرتِ مشاغل اور ضعفِ قویٰ خصوصاً ضعفِ بصارت اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا نے علماء اور محققین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جس میں حسب ذیل افراد کو منتخب کیا گیا۔

۱) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (م:۱۹۷۴ء)

۲) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (م:۱۹۷۴ء)

۳) مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ (م:۱۹۷۶ء)

۴) مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ (م:۱۹۹۴ء)

قرآنِ کریم کی سات منزلوں کو چار حصوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا کہ پہلی دو منزلیں مولانا ظفر احمد صاحب، دوسری دو منزلیں مفتی جمیل احمد صاحب، تیسری دو منزلیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور آخری منزل مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب کے حصہ میں آئیں۔مولانا کی نگرانی میں ان حضرات نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔مولانا ان حضرات کو فوقتاً فوقتاً تھانہ بھون بلاتے، ان کے تالیف کردہ حصے کو سنتے اور اس میں اگر کوئی اصلاح، ترمیم یا اضافہ ضروری ہوتا تو فرما دیتے۔اگر از خود تلاوت کرتے وقت یا یونہی غور وفکر کے دوران قرآن کریم کی آیت سے کوئی مسئلہ مستنبط ہوتا تو متعلقہ حصہ کے مؤلف کو تحریر کر دیتے۔مولانا کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

مولانا کے ایک خلیفہ ارشد ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کے بقول آخر میں یہ خدمت انہوں نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے سپرد فرمائی کہ وہ ان کی ہدایات کے مطابق تالیف فرمائیں۔ چنانچہ مفتی صاحب اس کام میں مصروف ہو گئے۔(۴)

احکام القرآن ابھی تشنۂ تکمیل تھی کہ مولانا تھانویؒ نے ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ/۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔(۵)

مولانا کی وفات پر سورۂ نساء کے آخر تک مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مکمل کر لیا تھا اور سورۂ یونس تا نحل کا

کافی حصہ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نے تالیف کرلیا تھا۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے ذمہ حصہ کی تالیف بھی تکمیل کے قریب تھی۔ان میں بیشتر حصوں کی مولانا تھانوی نظرِ ثانی بھی کر چکے تھے۔مولانا کی وفات کے بعد ان کے ناظم نشر واشاعت مولوی شبیر علی صاحب نے مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے مسودہ کے علاوہ باقی حصہ شائع کیا کیونکہ مفتی صاحب کا مسودہ ابھی نظر ثانی کا منتظر تھا کہ مسودہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ مولوی شبیر علی کی نگرانی میں مطبع انٹرنیشنل کراچی سے ۱۳۸۹ھ میں شائع ہونے والے یہ حصے کتابت کے ذریعہ شائع ہوئے، یہ کتابت عمدہ ہے لیکن حسنِ خط سے عاری اور طباعتی غلطیوں سے بھری ہوئی ہے۔(۶)

بعدازاں ادارۃ القرآن کراچی نے ان حصوں کو پانچ جلدوں میں خوبصورت انداز میں ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ ۴۸ سال کے تعطل کے بعد ادارۂ اشرف التحقیق لاہور (۷) نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا مفتی جمیل احمد تھانوی نے اپنے بقیہ حصہ کی تالیف مکمل کی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے باقی ماندہ حصہ کی تکمیل مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی (م:۲۰۰۱ء) سے کروائی گئی۔مولانا ترمذی نے اس کی تکمیل کے بعد مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے حصہ کی توضیحات وتشریحات بھی مرتب کیں اور اس عظیم کتاب کا مقدمہ تحریر کر رہے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کتاب کا مقدمہ ابھی تکمیل کا منتظر ہے۔(۸)

ادارۂ اشرف التحقیق کے زیر اہتمام اُن حصوں کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو مولانا مفتی جمیلی احمد تھانوی اور مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نے تالیف کیے ہیں۔اور اس ضمن میں اب تک تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔تالیف وطباعت کی اس تاریخ کے بعد اب ہم اس کتاب کے مؤلفین کا مختصر تعارف اور پھر ان کے اسالیب کا جائزہ لیں گے اور پھر اختصار کے ساتھ ان اسالیب کا آپس میں بھی موازنہ کریں گے اور احکام القرآن کی دیگر کتب سے موازنہ پیش کریں گے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (م:۱۹۷۴ء)

حصہ متن: مولانا کے ذمہ منزل اول اور منزل دوم یعنی آغاز تا سورۃ التوبۃ کی تالیف تھی۔مولانا سورۂ فاتحہ تا سورۃ النسآء کے اخیر تک کے احکام تالیف کیے۔

تکمیل مسودہ: حصہ اول ۲۱ شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء
حصہ ثانی ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
مطبوعہ: زیر اہتمام ادارۃ القرآن، کراچی
سال طباعت: ۱۹۸۷ء
صفحات: حصہ اول ۸۳۰
حصہ ثانی ۳۹۶

مؤلف

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو دیو بند میں پیدا ہوئے۔ عمر ابھی تین سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ والدہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا، والدہ کی وفات کے بعد دادی نے پرورش کی۔ خاندانی روایات کے مطابق تعلیم کا آغاز قرآنِ کریم سے ہوا اس وقت قرآنِ کریم ناظرہ پڑھا تھا، بعدازاں ۳۴ سال کی عمر میں حفظ کا خیال پیدا ہوا اور چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآنِ کریم حفظ کرلیا تھا۔ دار العلوم دیو بند، مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اور جامع العلوم کانپور میں آپ نے دینی تعلیم حاصل کی اور مظاہر علوم سہارن پور سے سند فراغ حاصل کی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد اسحاق بردوانی اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری جیسے کبار علماء سے استفادہ کیا۔ فراغت کے بعد آپ مظاہر علوم سہارن پور میں بطورِ مدرس متعین ہوئے ،سات سال مظاہر علوم میں تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ پھر ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۹ء تھانہ بھون کے قریب ایک مدرسہ میں تدریس کی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں آپ مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون آ گئے جہاں درس و تدریس ،تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی کا کام آپ کے ذمہ لگایا گیا۔ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا صرف درمیان میں ڈھائی سال رنگون میں قیام رہا۔ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں آپ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کی طرف سے پیش کش ہوئی اور آپ مولانا تھانویؒ سے اجازت لے کر ڈھاکہ چلے گئے۔ ۱۹۵۴ء/۱۳۷۴ھ تک ڈھاکہ میں قیام رہا اس دوران مدرسہ اشرف العلوم و مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے بھی تعلق قائم رہا۔

اکتوبر۱۹۵۴ء/۱۳۷۴ھ میں آپ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار کے شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور تا دم آخر اسی منصب پر رہے۔۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ/۸ دسمبر۱۹۷۴ء کو کراچی میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۹)

اُسلوب

احکام القرآن کے اس ابتدائی حصہ میں مولانا نے جو اُسلوب برقرار رکھا ہے، اسے حسب ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ متن آیت یا آیات کو نقل کیا جاتا ہے۔

۲۔ متن آیت کو نقل کرنے کے بعد اختصار کے ساتھ لغوی تشریح کی جاتی ہے۔

۳۔ احکام مستنبط بیان کیے جاتے ہیں۔

۴۔ فقہاء کی آراء نقل کی جاتی ہیں۔

۵۔ مدلول آیت کی وضاحت پیش کی جاتی ہے اور تائید میں احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

۶۔ حنفیہ کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

۷۔ "**جواب عن دلائل الخصم**" کے عنوان سے دیگر ائمہ کے دلائل کا جواب علمی انداز میں دیا جاتا ہے۔

۸۔ صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کی رائے اگر امام ابو حنیفہؒ سے مختلف ہو تو قول راجح کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ** (۱۰)

اس آیت سے احکام و مسائل کے استنباط کے ضمن میں مولانا عثمانیؒ نے رؤیت ہلال کے سلسلہ میں طویل بحث کی ہے۔اس ضمن میں دو باتوں کو بڑی اہمیت سے واضح کیا ہے۔

الف: چاند کی رؤیت کی اطلاع خبر نہیں ہے بلکہ شہادۃ ہے یہی وجہ ہے چاند کی رؤیت کی

اطلاع یوں نہیں دی جا سکتی کہ مجھے فلاں نے بتایا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے بلکہ اس کی اطلاع خود دیکھنے والا بطورِ گواہی اور شہادۃ کے دیتا ہے۔

ب: دوسری بات جس پر زیادہ تفصیل سے بحث ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی رؤیت کا فیصلہ ایک عادل آدمی کی رؤیت پر کیا جا سکتا ہے جبکہ شوال کے چاند کی رؤیت کے لیے کم از کم دو عادل افراد کی رؤیت ضروری ہے۔ اس ضمن میں مولانا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو عمر فاروقؓ نے اس سے کہا اپنی آنکھ دھو کر پھر چاند دیکھ، آنکھ دھو کر اس نے کہا اب نظر نہیں آ رہا تو آپ نے فرمایا شاید تیری پلکوں کا کوئی بال ہو گا جسے تو چاند سمجھ رہا تھا۔ عمر فاروقؓ کے اس اثر سے مولانا نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر آسمان صاف ہو تو جب ایک بڑی جماعت چاند کی رؤیت کی شہادۃ دے تب شوال کے آغاز کا اعلان کیا جائے لیکن آگے چل کر مولانا، جصاصؒ کی ایک دلیل بنیاد پر لکھتے ہیں کہ موجودہ لوگ چاند دیکھنے کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور اس سلسلہ میں تساہل سے کام لیتے ہیں اس لیے بڑی تعداد کی شرط عائد نہ کی جائے۔ (۱۱)

ماخذ و ماصدر

مولانا نے اپنی کتاب کی تالیف میں تفسیر، حدیث، فقہ اور احکام قرآنی پر بنیادی و اساسی کتب کو مصدر و ماخذ بنایا ہے۔ سب سے زیادہ استفادہ جصاص کی احکام القرآن سے کیا ہے، جصاص کے علاوہ ابن العربی کی الجامع لاحکام القرآن سے بھی خوشہ چینی کی ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر میں التفسیرات الاحمدیہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم، آلوسی کی روح المعانی اور راغب کی مفردات فی غریب القرآن سے، حدیث میں صحاح ستہ، معجم طبرانی، مسند احمد، ابن حجر کی فتح الباری سے، اصولِ فقہ میں قاضی عبدالوہاب کی شرح المہذب سے اور فقہ میں زیلعی سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ (م:۲۰۰۱ء)

احکام القرآن کی تالیف کے لیے مولانا تھانویؒ نے علماء کا جو بورڈ تشکیل دیا تھا، ان میں مولانا ظفر احمد عثمانی شامل تھے۔مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اپنی تعلیمی و تدریسی مصروفیات کے علاوہ تحریک پاکستان میں اپنی بے پناہ مشغولیت کی وجہ سے اپنے حصہ کی تالیف مکمل نہ کر پائے بعدازاں یہ حصہ مولانا مفتی عبدالشکور نے تالیف کیا۔

مفتی عبدالشکور ترمذی ہندوستان کی ریاست پٹیالہ میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ/مارچ ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون، مدرسہ علومِ شرعیہ مدینہ منورہ اور علی گڑھ کے ایک مدرسہ سے حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم فقیر والی کے مدرسہ قاسم العلوم سے اور سندِ فراغ ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔مولانا اعزاز علی، مولانا شبیر احمد گلاؤٹھی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے کبار اساتذہ سے کسب فیض کیا۔

فراغت کے بعد آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ ساہیوال (ضلع سرگودھا) میں قائم مدرسہ جامعہ حقانیہ میں گزرا اور اسی قصبہ میں آپ نے تدریسی تبلیغی اور تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ جنوری ۲۰۰۱ء میں وفات کے بعد اسی قصبہ میں آسودہ لحد ہیں۔(۱۲)

حصہ متن

احکام القرآن سورۂ مائدہ کی ابتدا ۱۶ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ کو ہوئی اور انتہاء ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو ہوئی۔احکام القرآن سورۂ انعام کی ابتدا ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو ہوئی اور انتہاء ۲۱ جمادی الاخری ۱۴۱۲ھ کو ہوئی۔احکام القرآن سورۂ اعراف کی ابتدا ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ کو ہوئی اور انتہاء جمادی الاخری ۱۴۱۲ھ کو ہوئی۔

۱۔ پہلی جلد سورۂ مائدہ کی ابتدائی دس آیات پر مشتمل ہے ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی کی تحقیق کے مطابق اس جلد میں آیات احکام کے ۳۳ اجزاء سے ۵۷۶ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے یہ جلد ۵۹۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں اس جلد کی موضوعاتی فہرست اور

مصادر و مراجع کی فہرست بھی شامل ہے۔ یہ جلد ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور سے پہلی مرتبہ ۱۴۱۴ھ میں طبع ہوئی۔

۲۔ دوسری جلد سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱ سے سورۃ کے آخر تک شامل ہے، اس میں آیاتِ احکام کے ۱۰۵ اجزاء سے ۳۸۵ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے۔ یہ جلد ۴۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ تیسری جلد مکمل سورۂ انعام اور سورۂ اعراف پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۲۸ آیات احکام کے اجزاء سے ۲۶۰ مسائل کا استخراج کیا گیا، یہ جلد ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں جلدیں ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور کی زیر نگرانی طبع ہو چکی ہیں۔[۱۳]

اُسلوب

بنیادی طور پر مولانا ترمذی کا اُسلوب مولانا عثمانی کے اُسلوب سے گہری مشابہت رکھتا ہے آپ نے بھی آیت مبارکہ نقل کر کے اس کی مختصر لغوی وضاحت کے بعد اس سے مستنبط مسئلہ کی تفصیل بیان کی ہے، اس ضمن میں احادیثِ مبارکہ اور فقہاء کے اقوال اور ان کی آراء کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ چوری کی سزا پر مشتمل آیت مبارکہ کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں مولانا لکھتے ہیں:

سنت کی روشنی میں سرقہ کی وضاحت

آیت قرآنی ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما ﴾[۱۴] سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ حکم ہر قسم کے چور کے لیے عام ہے خواہ اس نے ایک روپیہ چوری کیا ہو یا ایک لاکھ لیکن سنت نے اس حکم میں تخصیص کی اور حکم دیا کہ نصاب سے کم مالیت کی چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کٹے گا، گویا سنت نے آیت کے حکم کو صرف اس چور کے ساتھ مخصوص کر دیا جس نے کم از کم نصاب کی مالیت چرائی ہو۔

اسی طرح مذکورہ آیت میں اس بات کی کوئی تفصیل نہیں تھی کہ چور کا ہاتھ کس زمانے

میں کاٹا جائے اور کس زمانہ میں نہ کاٹا جائے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قحط سالی کے زمانے میں چوروں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں چنانچہ حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے **لا قطع فی زمن المجاع** قحط سالی کے زمانہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔(۱۵)

اس حدیث کی بنا پر حضرت عمرؓ نے زمانۂ قحط میں یہ سزا موقوف فرما دی اسی طرح قرآنِ کریم کے عام حکم میں ہر چوری داخل ہے خواہ وہ پھلوں ہی کی کیوں نہ ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا قطع فی ثمر** (۱۶)

حدود میں شہادت کی شرائط

حدود کے نفاذ میں شریعت اسلامیہ نے ضابطۂ شہادت بھی عام معاملات سے ممتاز اور بہت محتاط بنایا ہے چوری وغیرہ کے معاملہ میں اگر چہ دو ہی گواہ کافی ہیں مگر ان دو کے لیے عام شرائط شہادت کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی عائد کی گئی ہیں مثلاً دوسرے معاملات میں مواقع ضرورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ کسی فاسق آدمی کے بارہ میں اگر قاضی کو اطمینان ہو جائے کہ عملی فاسق ہونے کے باوجود یہ جھوٹ نہیں بولتا تو قاضی اس کی گواہی کو قبول کر سکتا ہے لیکن صرف حدود میں قاضی کو اس کی گواہی قبول کرنے کا اختیار نہیں عام معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر فیصلہ پر کیا جا سکتا ہے مگر حدود میں دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

عام معاملات میں شریعتِ اسلامیہ نے تمادی یعنی مدت دراز گزر جانے کو عذر نہیں قرار دیا واقعہ کے کتنے ہی عرصہ کے بعد کوئی گواہی دے تو قبول کی جا سکتی ہے لیکن حدود میں اگر فوری گواہی نہ دی بلکہ ایک مہینہ یا اس سے زائد دیر کر کے گواہی دی تو وہ قابلِ قبول نہیں۔(۱۷)

مولانا ترمذیؒ نے مختلف فقہاء کے اقوال کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ پہلی مرتبہ چوری کی صورت میں دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ (م:۱۹۹۴ء)

مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ یکم شوال المکرّم ۱۳۲۲ھ/۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء کو صوبہ یو پی کے

معروف شہر تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ کے ایک مدرسہ اور پھر مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون سے حاصل کی اور ۱۳۴۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے سندِ فراغ حاصل کی۔ مولانا اسعد اللہ، مولانا بدر عالم مدنی، اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری جیسے کبار علماء سے آپ نے کسب فیض کیا تعلیم سے فراغت کے بعد سے پاکستان کے قیام تک مولانا مظاہر علوم سہارنپور میں منصب تدریس پر اور پھر مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون میں تدریس وافتاء کے منصب پر فائز رہے۔

۱۹۴۷ء میں آپ نے پاکستان ہجرت کی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس وافتاء کے منصب پر فائز ہوئے لاہور میں دسمبر ۱۹۹۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا اپنی حیٰوۃِ مستعار کے آخری چند سالوں میں ادارۂ اشرف التحقیق سے وابستہ رہے اوراس دوران آپ نے احکام القرآن کے اپنے ذمہ بقیہ حصہ کی تالیف مکمل کی اور اپنی نگرانی میں گزشتہ تحریر کردہ مسودہ کی تبییض کروائی۔ (۱۸)

حصہ متن: سورۂ یونس تا سورۃ النحل (منزل نمبر۳)

سورۃ الاسراء تا سورۃ الفرقان (منزل نمبر۴)

مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب احکام القرآن کے اپنے ذمہ حصہ کی تالیف کا آغاز مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زندگی میں کر دیا تھا لیکن ابھی سورۂ یونس بھی مکمل نہ کر پائے تھے کہ مولانا کا انتقال ہوگیا۔ مفتی صاحب نے اپنے حصہ کی تالیف کا کام جاری رکھا، اور منزل نمبر۳ مکمل کی۔ اس کے بعد پاکستان ہجرت اور تدریسی اور فتاویٰ کی مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔

۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ میں والد محترم مولانا محمد مالک کاندھلویؒ (م:۱۹۸۸ء) نے اپنی وفات سے ٹھیک ایک سال قبل اپنے والد گرامی مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا عظیم کتب خانہ وقف کر کے دار العلوم اسلامیہ میں ادارۂ اشرف التحقیق کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب جزوی طور پر اس تحقیقی ادارہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور اسی دوران انہوں نے اپنے حصہ کی تالیف مکمل کی۔ اسی دوران ادارہ نے مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی سے مولانا ظفر احمد عثمانی کے ذمہ نامکمل حصہ کی تکمیل کروائی اور یوں ۱۹۹۲ء/۱۴۱۲ھ میں احکام القرآن کی تالیف مکمل

ہوئی۔اس تکمیل کی سعادت ادارۂ اشرف التحقیق کے حصہ میں آئی اس موقع پر ایک پر وقار تقریب منعقد ہوئی۔

اُسلوب

دیگر مؤلفین کی طرح مفتی صاحب کا انداز بھی یہ ہے کہ آیت قرآنی نقل کرنے کے بعد اس سے متعلق مسائل واحکام ذکر کرتے ہیں۔مفتی صاحب کا تألیف کردہ یہ حصہ دیگر حصص کے مقابلہ میں سب سے زیادہ طویل ہے۔سورۂ یونس، ہود اور یوسف ایسی سورتیں جن میں احکام بہت کم بیان کیے گئے ہیں لیکن مفتی صاحب کے نکتہ رس ذہن نے ان سورتوں سے بھی احکام اخذ کیے ہیں اور بعض مقامات پر طویل گفتگو کی ہے۔اگرچہ بعض جگہ یہ گفتگو زیادہ طویل ہونے کے ساتھ موضوع کے دائرہ سے بھی نکل جاتی ہے کیونکہ احکام القرآن کے موضوع کا تقاضا ہے کہ اس میں صرف فقہی، اخلاقی یا عملی مسائل واحکام پر روشنی ڈالی جائے،تفسیری اور نظریاتی نکات تفسیر کا موضوع ہوتے ہیں،احکامِ قرآنی کا نہیں مثلاً مفتی صاحب نے بعض مقامات پر اسبابِ نزول سے بھی بحث کی ہے۔

سورۂ یونس کی آیت مبارکہ:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا

سے چار مختلف مسائل مستنبط کیے ہیں جن میں سے ایک یعنی علومِ نجوم پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔مولانا نے اپنی اس تفصیلی گفتگو میں قرآنِ کریم کی مختلف آیات، بہت سی احادیثِ مبارکہ کے علاوہ صاحب درمختار، صاحب ہدایہ، روح المعانی کے مؤلف علامہ آلوسی شرح العقائد کے مؤلف امام نسفی، امام غزالی کے افکار کے حوالہ دیے اور یہ نتیجہ اخذ کیا۔

علوم نجوم وکواکب کے دو پہلو ہیں۔

ا) علوم نجوم وکواکب کی حرکت اور ان کی گردش سے سمتوں کا اندازہ یا ان کے ذریعہ سے موسمی تبدیلیوں کا اندازہ لگانا اور وقت سے پہلے کوئی چیز بتانا، اس پہلو سے اس علم کا حصول جائز ہے اور اس کے ذریعے سے مستقبل کی خبر دینا علم غیب کے مترادف نہیں

ہے۔ اگر کوئی غیب دانی کا دعویٰ نہ کرے تو یہ علم حاصل کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس کے ذریعہ سے پیشین گوئی ایسی ہی جیسے ترازو یا وزن کرنے کی کسی بھی مشین کے ذریعہ کسی چیز کا وزن کر کے بتایا جائے تو وہ علم غیب نہیں۔

۲) ستاروں کی گردش کا علم اسی لیے حاصل کرنا کہ کون سا دن منحوس یا کون سا روز بابرکت ہے اور اسے اپنی عملی زندگی پر مؤثر بنانا ناجائز اور حرام ہے۔ اسے مؤثر سمجھنا یا اس پر غیب دانی کا دعویٰ کرنا کفر، احادیثِ مبارکہ میں اسی علمِ نجوم سے منع کیا گیا ہے۔ (۲۰)

ماخذ ومصادر

مفتی صاحب نے احکامِ قرآنی، تفسیر، حدیث اور فقہ کے بعض بنیادی اور بعض ثانوی مصادر کو اپنی کتاب کی بنیاد بنایا ہے، آلوسی کی روح المعانی، ابن کثیر کی تفسیر، مولانا تھانوی کی بیان القرآن، ابن عربی کی **الجامع لاحکام القرآن، در مختار، رد المحتار علی الدر المختار** اور **اعلاء السنن** زیادہ اہم مصادر ہیں۔

مفتی صاحب اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے مضبوط دلائل کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ خود بھی بنیادی طور پر فقیہ ہیں۔ اس لیے ان دوحصوں پر بھی فقیہانہ رنگ غالب ہے۔ البتہ دلائل کا انداز مفتی شفیع صاحب سے مختلف ہے۔ مفتی شفیع صاحب کے دلائل میں گہرائی زیادہ، طوالت کم ہوتی ہے جب کہ مفتی جمیل صاحب کے دلائل میں طوالت زیادہ اور گہرائی کم ہوتی ہے۔ سورۂ نور کی آیت ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (۲۱) اس آیت پر مولانا نے رجم کی سزا اور اس کے ثبوت پر طویل بحث کی ہے۔ احادیثِ متواترہ، آثار واعمال صحابہ اور ادیانِ سابقہ کی تعلیمات سے سزائے رجم کا وجوب ثابت کیا ہے۔ خوارج کے انکار رجم کی سخت تردید کی ہے۔

سورۂ نور کی آیت ﴿والذین یرمون المحصنت﴾ (۲۲) میں قذف پر عمدہ بحث کی ہے قذف کی یہ بحث علمی دلائل سے مزین ہے۔

سورۂ نحل کی آیت ﴿فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ﴾(۲۱) میں فسئلوا کے امر سے تقلید کے واجب بلکہ فرض ہونے کو ثابت کیا ہے اور پھر وجوبِ تقلید پر طویل بحث کی ہے۔اس سلسلہ میں چالیس فقہاء کرام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب

تکمیل مسودہ: ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء (سادس)

۹ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء (سابع الف)

مطبوعہ/غیر مطبوعہ: مطبوعہ

طابع: ادارہ القرآن کراچی

سال طباعت: ۱۹۸۷ء

صفحات: ۵۸۴ (سادس)

۳۲۲ (سابع الف)

مؤلف

مولانا مفتی محمد شفیع پاک و ہند کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے، قرآنِ کریم کے حفظ کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمٰنؒ، مولانا سید اصغر حسینؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علیؒ اور مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے کسبِ فیض کیا۔۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں آپ نے سندِ فراغ حاصل کی اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء سے دارالعلوم ہی میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۲۶ سال بعد ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں آپ دار العلوم کے مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک آپ نے یہ خدمات سرانجام دیں اور اس عرصہ میں کم وبیش چالیس ہزار فتاویٰ آپ نے تحریر کیے۔۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء سے ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء تک آپ نے تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے کراچی میں 'دارالعلوم' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور وہیں ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں آپ کی وفات ہوئی۔(۲۴)

اُسلوب

مفتی شفیع صاحبؒ کیونکہ بنیادی طور پر فقیہ ومفتی ہیں اس لیے ان کے حصہ میں فقیہانہ اُسلوب غالب ہے۔مولانا نے اس حصہ میں جو اُسلوب برقرار رکھا ہے، بنیادی خدوخال اس کے تقریباً وہی ہیں جو مولانا ظفر احمد عثمانی کے تالیف کردہ حصہ کے ہیں۔مولانا کے اُسلوب کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ متن آیت یا آیات کو نقل کیا جاتا ہے۔

۲۔ لغوی تشریح بعض الفاظ کی جاتی ہے۔

۳۔ آیت سے مستنبط مسائل کو بیان کیا جاتا ہے۔

۴۔ فقہاء کی آراء اوران کے دلائل نقل کیے جاتے ہیں۔

۵۔ ترجیح مسلک حنفیہ کو دی جاتی ہے اوراس کے وجوہ ترجیح بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

۶۔ فوائد کے عنوان سے بعض لطیف نکات بیان کیے جاتے ہیں۔

۷۔ کسی کسی مقام پر ''**قال العبد الضعیف**'' کے عنوان سے مفتی صاحب نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔

۸۔ بعض جدید مسائل پر بھی گفتگو کی ہے۔مثلاً آیت ﴿**لو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم**﴾(۲۵) کی تشریح کے ضمن میں مولانا نے قال العبد الضعیف کے عنوان سے اسلام کے معاشی اصولوں پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اشتراکی واشتمالی نظریات کی بھرپور انداز میں تردید کی ہے۔(۲۶)

ماخذ ومصادر

مولانا نے بھی کم وبیش انہی ماخذ سے استفادہ کیا ہے جو مولانا ظفر احمد عثمانی کے پیش نظر تھے۔البتہ مولانا نے تفسیری کتب سے زیادہ استفادہ کیا ہے،مولانا عثمانی کے مقابلہ میں آپ نے جصاص پر کم مدار کیا ہے۔اسی طرح مولانا عثمانیؒ نے مجموعہ ہائے حدیث سے جس قدر

استفادہ کیا ہے، مفتی صاحب نے کسی قدر کم کیا ہے کہ ان کے حصہ پر فقیہانہ رنگ غالب ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

حصہ متن: ابتداء سورۂ ق تا اختتام القرآن الکریم (منزل نمبر ۷)

تکمیل مسودہ: ۲۷ شوال المکرّم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء

مطبوعہ/غیر مطبوعہ: مطبوعہ

طابع: ادارہ القرآن کراچی

سال طباعت: ۱۹۸۷ء

صفحات: ۱۲۹

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا تعلق ہندوستان کے مردم خیز صوبہ کاندھلہ اور ایک بڑے علمی خاندان سے تھا۔ آپ بھوپال میں ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ/۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم کا آغاز کاندھلہ سے ہوا اور پھر مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون میں تعلیم کو آگے بڑھایا اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ مظاہر علوم سہارنپور آگئے اور یہاں سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد آپ نے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے دوبارہ دورۂ حدیث کیا۔ مولانا انور شاہ کاشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور میاں اصغر حسین دیوبندی جیسے کبار محدثین ومفسرین سے استفادہ کیا۔

۱۳۳۸ھ/۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ امینیہ دہلی کی تدریس سے ہوا۔ ایک سال بعد ہی آپ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع حاصل ہوا۔

۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۹ء آپ حیدر آباد دکن میں مقیم رہے جہاں آپ تالیفات میں زیادہ مشغول رہے۔ ۱۹۳۹ء تا قیامِ پاکستان دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

قیامِ پاکستان کے بعد پہلے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ اور پھر جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث رہے اور اسی منصبِ جلیلہ پر ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء/۸ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۲۷)

اُسلوب

مولانا کا تالیف کردہ یہ حصہ دیگر تمام حصوں کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے، مولانا کے اُسلوب کے بنیادی خدوخال وہی ہیں جو کتاب کی ابتداء سے چلے آ رہے ہیں۔البتہ خصوصیت کے ساتھ مولانا کا اُسلوب مولانا ظفر احمد عثمانی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے، مولانا عثمانی کا اُسلوب بھی محدثانہ ومتکلمانہ تھا، مولانا کا اُسلوب بھی محدثانہ ومتکلمانہ ہے۔مولانا نے اپنے حصہ میں لغوی بحث بھی نہیں کی اور احکام کے بیان میں بھی بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ ہر سورۃ کی سرخی قائم کرنے کے بعد اس کی صرف احکام سے متعلق آیت کا ایک ٹکڑا نقل کر کے بغیر کسی تمہید کے احکام پر بحث ہوتی ہے۔فقہاء کے اختلاف کی صورت میں چاروں ائمہ کے مسالک نقل کرنے کے بعد صرف احناف کی تائید میں چند حدیثیں نقل کرتے ہیں۔صرف فقہی مسائل پر بحث کی ہے، کلامی مسائل پر نہیں کی۔

سورۂ نجم کی آیت ﴿وان لیس للإنسان إلا ما سعی ﴾(۲۸) کے احکام بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ کا استدلال نقل کیا کہ وہ اس آیت کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہیں کہ تلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا جب کہ دیگر ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے مولانا نے حاشیہ بیضاوی سے شیخ زادہ کا قول نقل کیا ہے۔

''یہ عقیدہ کہ انسان کو کسی دوسرے کا عمل نفع نہیں پہنچا سکتا، باطل ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے اس پر کہ کسی دوسرے کی دعا کا فائدہ ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزِ جزا تمام انسانوں کے لیے شفاعت کریں گے۔اہل جنت کے، جنت میں داخلہ کی شفاعت کریں گے اور مرتکبین گناہ کبیرہ کی دوزخ سے خلاصی کے لیے شفاعت کریں گے یہ تمام دوسرے کے عمل کا نفع ہے۔ ملائکہ اہل ارض کے لیے دعا کرتے ہیں ،اہل ایمان کی اولاد اپنے والدین کے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں جائے گی۔ یہ بھی عمل غیر کا نفع ہے، اسی طرح نص صریح سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ یا کسی کی آزادی باعثِ ثواب ہے، ان تمام حقائق سے ثابت ہوا کہ عمل غیر بھی منفعت بخش ہوسکتا ہے۔''(۲۹)

شیخ زادہ کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد مولانا کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ

اجماع امت کے مطابق عمل غیر کی منفعت ہوتی ہے جب کہ آیت کا ظاہری مفہوم یہ بتا رہا ہے کہ صرف اپنی ہی کوششیں انسان کو کوئی منفعت دے سکتی ہیں۔ اجماع امت اور آیت کے مفہوم میں یہ تضاد پیدا ہو گیا جس کو دور کرنے کے لیے مولانا نے تین وجوہ علامہ آلوسی کی روح المعانی سے نقل کیں جب کہ آخری دو میں کوئی حوالہ نہیں دیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مولانا کی اپنی رائے ہے۔ پہلی تین وجوہ کا خلاصہ یہ ہے کہ **لیس للإنسان إلا ما سعی** میں استحقاق ملکیت بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان کی ملکیت وہی عمل ہو گا جو اس نے خود کیا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دوسرے کے عمل کا نفع اسے دے دیں تو یہ ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم امت ابراہیم وموسیٰ علیہا السلام کے لیے ہے امت محمدیہ کے لیے نہیں اور تیسرے یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

''چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم کفار کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اہل ایمان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿**یوم لا ینفع مال و لا بنون o الا من اتی اللہ بقلب سلیم**﴾ (۳۰) یعنی شرک سے محفوظ قلب لہٰذا مومن کو اس کے قلب کی اس ایمانی سلامتی کی وجہ سے دوسرے کے عمل سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ عمل غیر کا فائدہ جب ہو گا جب کہ عمل کرنے والا اس ثواب پہنچانے کی نیت کرے اور اگر وہ عمل صرف اپنے لیے کرتا ہے اور ایصالِ ثواب کی نیت سے نہیں کرتا تو یہ عمل کسی غیر کو فائدہ نہیں پہنچائے گا لیکن اگر عمل کر کے وہ ایصال ثواب کرتا ہے تو وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے دوسرے کی طرف وکالت کے طور پر یہ عمل کیا ہے۔ اور دوسرا حکماً اس سے فائدہ حاصل کرے گا تو گویا آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ انسان کو صرف وہی عمل فائدہ دے گا جو اصالتاً یا وکالتاً خود کیا ہے کیونکہ وکیل کا عمل بھی حکماً موکل کا عمل ہوتا ہے۔'' (۳۱)

سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیت سے صرف ظہار کے مسئلہ میں اس کے مختلف پہلوؤں سے متعلق سولہ مسائل واحکام مستنبط کیے اور اختصار کے ساتھ انہیں ذکر کیا۔ (۲) سورۂ حشر کی آیت ﴿**ما افآء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول**﴾ (۳۳) نقل کر کے اموال فئے پر

سیر حاصل بحث کی ہے جس میں ابتداء فئے کا مفہوم شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا پھر اموال فئے کے حصص اور اس کی تقسیم کے طریقِ کار میں علماء وفقہاء کے اختلافات کو تفصیل سے نقل کیا گیا۔(۳۴)

مولانا کے تالیف کردہ حصہ میں شاید یہ سب سے زیادہ مفصل بحث ہے۔سورۂ ممتحنہ کی آیت ﴿یایھا النبی اذا جاء ك المؤمنٰت یبایعنك علی ان لا یشر کن باللّٰہ شیئا﴾(۳۵) نقل کر کے مولانا نے بیعت کی حقیقت، اس کی اقسام، اس کا حکم اور بیعت کی حکمت پر بحث کی ہے۔ بیعت کی حکمت پر بحث کرنے کے بعد مولانا نے مرشد و مربی کی شرائط بھی بیان کی ہیں۔ مرشد و مربی کی شرائط بیان کرنے کے بعد مرید کے لیے قواعد وضوابط اور شرائط کا ذکر کیا ہے۔

اس طرح احکامِ قرآنی پر مشتمل اس کتاب میں تصوف پر خوب اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حصہ اختصار کے باوجود اپنے اندر بہت سی خوبیاں رکھتا ہے۔ کاش مولانا اس میں اس قدر اختصار سے کام نہ لیتے تو احکام قرآنی پر مولانا کا تالیف کردہ یہ حصہ دوسرے حصوں سے بہت زیادہ ممتاز اور نمایاں ہو جاتا۔

ماخذ ومصادر

مولانا نے اس حصہ میں سیوطی کی الاکلیل سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے الاکلیل کے بعد جصاص کی احکام القرآن مولانا کے پیش نظر رہی ہے۔ان دو کتب کے علاوہ ابن العربی کی الجامع لاحکام القرآن، آلوسی کی روح المعانی اور امام رازی کی تفسیر کبیر آپ کے ماخذ میں شامل ہیں۔

احکام القرآن پر لکھی جانے والی یہ تصنیف کسی ایک فرد کی علمی وفکری کاوش کے بجائے ،علماء ومفکرین کی ایک جماعت کا نتیجہ فکر ہے۔اس کی تالیف کا عرصہ ۶۳ برس پر محیط ہے۔ یقیناً فقہ القرآن خصوصاً اور فقہ اسلامی پر عموماً ایک شاہکار تصنیف اور ایک یادگار خدمت ہے۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ محققین کی ایک جماعت اس کی موضوعاتی فہرست اور احادیث ،اقوال فقہاء کی تخریج کا کام کرے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کے علوم سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

وصلّی اللّٰہ علیہ خیر خلقہ محمد و آلہ أصحابہ أجمعین

حواشی

(۱) ابوداؤد، کتاب السنن، باب الاعتصام بالکتاب السنۃ

(۲) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج ۶:ص ۹

(۳) مولانا ظفر احمد عثمانی کی یہ کتاب ۲۲ جلدوں میں ادارۃ القرآن کراچی سے شائع ہوئی ہے

(۴) عثمانی، محمد تقی، مولانا، احکام القرآن، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۹۸۷ء، ج ۱، مقدمہ

(۵) عبدالحیؒ، ڈاکٹر، ماثر حکیم الامت، کراچی، ایچ ایم سعید، ص ۱۸۷

(۶) کراچی سے شائع ہونے والا یہ نسخہ اب نایاب ہے عام طور پر کتب خانوں میں موجود نہیں ہے۔

(۷) والد گرامی مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے ۱۹۸۷ء میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا کتب خانہ وقف کر کے دارالعلوم میں اس نام سے ایک تحقیقی ادارہ بنایا تھا۔

(۸) ماہنامہ الصیانۃ، لاہور، فروری ۱۹۹۳ء

(۹) آپ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں مفتی عبدالشکور ترمذی کی تذکرہ الظفر کے مختلف حصوں سے مدد لی گئی ہے۔

(۱۰) البقرہ ۲:۱۸۵

(۱۱) عثمانی، ظفر احمد مولانا، احکام القرآن، ۱/ ۲۰۷

(۱۲) مولانا ترمذی سے متعلق زیادہ تر معلومات اُن کے برخوردار مفتی عبدالقدوس ترمذی سے زبانی گفتگو میں حاصل کی گئی۔

(۱۳) تعارف احکام القرآن، تحقیق ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

(۱۴) المائدہ ۵:۳۸

(۱۵) کنز العمال، ۳/ ۷۹

(۱۶) ایضاً

(۱۷) ترمذی، عبدالشکور، مفتی، احکام القرآن، لاہور، ادارہ اشرف التحقیق، ۱۴۱۴ھ، ج ۱:ص ۲۲

(۱۸) تفصیلی سوانح کے لیے دیکھیے خلیل احمد تھانوی، ڈاکٹر عکس جمیل، لاہور، ادارہ اشرف التحقیق

(۱۹) یونس ۱۰:۵

(۲۰) تھانوی، جمیل احمد مفتی، احکام القرآن، لاہور، ادارہ اشرف التحقیق، ۱/ ۵۱، ۱۹

(۲۱) النور ۲۴:۲

(۲۲) النور ۲۴:۴

(۲۳) النحل ۱۰:۴۳

(۲۴) مفتی محمد شفیع صاحب کے سوانح حیات کے سلسلہ میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کے مضمون ''حیاتِ مفتی اعظم'' مطبوعہ البلاغ، مفتی اعظم نمبر ج ۱۲: شمارہ ۶ مدد لی گئی ہے۔

(۲۵) الزخرف۴۳:۳۱

(۲۶) محمد شفیع، مفتی، احکام القرآن، ۱۷۵/۴

(۲۷) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے سوانح کے لیے دیکھیے

(الف) صدیقی، محمد میاں، تذکرہ، لاہور، مکتبہ عثمانیہ

(ب) صدیقی، محمد سعد، علم تفسیر میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی خدمات

مقالہ برائے Ph.D علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، ۱۹۹۴ء

(۲۸) النجم۵۳:۳۹

(۲۹) محی الدین شیخ زادہ، حاشیہ بیضاوی، ترکی، المکتبہ الاسلامیہ، ۴۱۶/۴

(۳۰) الشعرآء۲۶:۸۸

(۳۱) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، احکام القرآن، ۸/۵

(۳۲) ایضاً، ص۱۳ تا ۲۱

(۳۳) الحشر۵۹:۷

(۳۴) مولانا کاندھلوی کتاب وجلد مذکور، ص۵۳ تا ۵۹

(۳۵) الممتحنۃ۶۰:۶

****